

ہوئے 'بعد کی صدیوں میں بازنطیہ کی وسعت و قوت
بست ٹھٹھ گئی، لیکن اس حالت میں بھی اس کے دار
السلطنت قسطنطنیہ (استنبول) کا وجود بجائے خود نہایت
اہم تھا، اس سے مسیحی یورپ اور ایشیا، بلکہ پوری
مسیحی دنیا کی عزت و اہم قائم اور اس کو اس کے دینی و
سیاسی مرکز ہونے کی حیثیت حاصل تھی، مسیحیت
کے قعر سلطنت کی یہ پہلی اور آخری اینٹ اپنی جگہ
قائم تھی، عربوں اور مسلمان فاتحین نے گیارہ بار اس کو
فتح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہے، اللہ تعالیٰ
نے یہ سبے نظیر اور قابل صد فخر و موجب ہزار شکر
سعادت و عزت جو اس سلاطین عثمانی سلطان محمد الثانی
الفاتح ابن مراد الثانی (۸۳۳ھ - ۸۸۶ھ - ۱۴۴۹ء -
۱۴۸۱ء) کے حصہ میں رکھی تھی، انتظامی، سیاسی و حربی
مصلح و ضروریات کے علاوہ جن کا تقاضہ تھا کہ
ایشیائے کوچک اور یورپ میں نوزائیدہ عثمانی سلطنت
کے بقا و استحکام کے لئے قسطنطنیہ کو عثمانی سلطنت کے
ذیر تکیں لایا جائے کہ وہ اس کا فوجی اور سیاسی لحاظ سے
موزوں ترین اور ضروری حد تک دار السلطنت بن
سکتا ہے، بلکہ نپولین کے بقول "مگر دنیا بھی ایک متحدہ
سلطنت کی حیثیت اختیار کر لے گی، تو قسطنطنیہ اس کا
اپنی قدرتی قلعہ بندی اور بجائے وقوع کی بناء پر
بہترین دار السلطنت ہوگا"۔ سلطان محمد کے لئے جس
کی عمر ابھی تیس چوبیس سال ہی کی تھی قسطنطنیہ فتح
کرنے کا سب سے بڑا محرک اور قلبی و ایمانی داعیہ (جو
بعض اوقات سیاسی مصلح و منافع پر بھی فوقیت رکھتا
ہے) اس بشارت اور پیشین گوئی کا مصداق بننا تھا،
جس میں کہا گیا تھا کہ قسطنطنیہ کو فتح کرنے والے لشکر کا
امیر بہترین امیر ہوگا، اور وہ لشکر بہترین لشکر ہوگا، اس
نے ۱۱ رجب الثانی ۸۵۷ھ (۱ اپریل ۱۴۵۳ء) میں
قسطنطنیہ پر اپنے اس وقت کے دار السلطنت اورند (اُور
یورپ) سے چل کر حملہ کیا اور اس کے لئے وہ
پوری حربی و انتظامی تیاری کی جو اتنی بڑی حربی مہم کے
لئے کرنی چاہئے تھی، اور اس وقت کے جدید ترین
آلات حربی استعمال کئے، اور خاص طور پر سب سے

یہ بات پورے ملک کی آبادی کے لئے عزت و
افتخار کی بات ہے کہ اس کو یزیدیان رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے، لیکن اسی
کے ساتھ بڑی ذمہ داری اور امتحان کی بھی، جس شر
کے درازہ پر یزیدیان رسول کی قبر مبارک ہو، اس شر
کے اندر کفر و الحاد اور فسق و فجور کو داخل ہونے کی
اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

اس شر قسطنطنیہ (اور موجودہ عرف و رواج کے
مطابق استنبول) کے لئے دوسرے شرف و امتیازی
بات یہ ہے کہ تنہا اس شر دار السلطنت کے لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لے کر چکی
پیشین گوئی فرمائی اور اس کی بشارت دی، اور اس کے
امیر لشکر اور لشکر کی تعریف کی۔ حدیث ہے۔ —
"لَنُفَتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةَ" وَلِنُعَمَّ بِالْمَدِيْنَةِ

امیرا ولنعم الجیش ذالک الجیش" —

(تم ضرور قسطنطنیہ فتح کرو گے، اس مہم کا امیر
بہترین امیر ہے، اور یہ لشکر بہترین لشکر)۔

قسطنطنیہ عہد نبوی میں اور اس کے عرصہ بعد
تک قیصرہ کی عظیم الشان سلطنت رومہ الکبریٰ
(The Great Roman Empire) کی

جانشین مشرقی شاخ بازنطینیہ

(Byzantine Empire) کا دار السلطنت تھا،

جس کی مملکت اور نو آبادیات (ماقت صوبوں) میں
شام، فلسطین، مصر و حبشہ وغیرہ مشرقی ممالک بھی تھے،
اسی کے حکمران شہنشاہ ہرقل اول (Heraclius
the First) کے نامہ فرمایا نبوی کیا تھا، اور اس کو

اسلام کی دعوت دی گئی تھی، جس کا ذکر احادیث و سیرت
مستند کتابوں میں آتا ہے، اور جس پر اس کا ابو سفیان
کے ساتھ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے)
مفصل مکالمہ ہوا، اس نے اپنی معلومات کے لئے کچھ
سوالات کئے اور ابو سفیان نے ان کا صحیح جواب دیا، صحیح
بخاری کی کتاب الوصی میں اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر
ہے۔

اسی بازنطینی سلطنت کے ساتھ حضرت ابو بکر
اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں جنگیں ہوئیں، جن
کے نتیجہ میں پورا ملک شام اور مصر و حبشہ فتح ہو کر
اسلامی سلطنت اور خلافت راشدہ کے قلمرو میں شامل

بڑی دور مار اور طاقت ور توپ جو اس وقت تک ایجاد
ہوئی تھی، اور یہی قرآن مجید کی تعلیم اور ایک حقیقت
پسند اور تجربہ کار جہاد کا شیوہ ہے

عبدہ کیا اور اپنے سر پر اس شکر میں ملی ڈالی کہ اللہ نے یہ شرف اس کو نصیب فرمایا۔

محمد الفاتح طہر کے قریب اپنے وزراء اور امراءے سلطنت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا تھا، سینٹ صوفیا کے گرجے کے پاس پہنچ کر وہ گھوڑے سے اترا، اس عالی شان معبد میں داخل ہو کر، جس میں گیارہ سو برس سے خمن سو خداؤں کی پرستش ہوتی تھی، خدائے واحد کی تقدیس کے لئے سر پہ سجود ہوا، اس نے ایک عالم کو جو اس وقت اس کی رفاقت میں تھے، حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اذان دیں، نماز عصر پڑھی گئی اور اعلان ہوا کہ جمعہ کی پہلی نماز جامع الصوفیا میں پڑھی جائے گی۔ کھنڈاؤں کے اس مسجد کو بیوزیم میں تبدیل کر دیا، اب وہاں نماز پڑھنے کی قانوناً ممانعت ہے۔

حاضرین اور ترک زناؤ بھائیوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ محمد الفاتح مرحوم کا تختیہ میں فاتحانہ داخلہ کس طرح ہوا؟ لیکن اس کو بھرا دلانے کی ضرورت ہے کہ خلیج کو زنجیروں سے باطل عبور بنا دیا گیا تھا، اب جو حصہ غلط کہلاتا ہے، اس پر اہل نفس کا قبضہ تھا، قدیم تختیہ پر بیزنطیوں کا اور حصار سخت تھا، محمد الفاتح کا جری بیڑا بحر اسود کی طرف سے بحیرہ مرمرہ (Marmara) سے آ رہا تھا، خلیج القرن الذہبی کے دہانہ کو بیزنطیوں نے اس ڈر سے لوہے کی زنجیروں سے بند کر دیا تھا کہ ان کو بحیرہ مرمرہ کی طرف سے محمد الفاتح کی فوجوں کے آنے کا ڈر تھا، محمد الفاتح نے غلط کی خشکی پر پچاس کشتیوں کو پھلا کر قاسم پاشا کی طرف سے خلیج القرن الذہبی Horn

Golden میں امار دیا، اور اس طرح ایک ناگن عمل کو ممکن کر کے دکھا دیا، مچ بیزنطیوں کو اہلک معلوم ہوا کہ محمد الفاتح کی کشتیوں خلیج میں موجود ہیں، لیکن یہ بات تختیہ کی فتح کے لئے کافی نہ تھی، محمد الفاتح سخت مزاحمت کر کے تقریباً ایک ہفتہ میں اپنی فوجوں کے ذریعہ سیدنا ابو ایوبؓ کی طرف سے تختیہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا، شہنشاہ قسطنطنیہ خود محرکہ کی قیادت کر رہا تھا، اس لئے اپنی سرخ مہاجر قیصرہ کی امتیازی پوشاک تھی، اندر پرچمک دی، اور ترکی فوج کے بڑے ہوئے طوفان میں کھس کر لڑنا ہوا مارا گیا۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ ابھی ترکی میں محمد فاتح کا

"اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمیعت کے)

زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے) مقابلہ کے) لئے مستعد رہو"۔ (سورۃ الانفال - ۶۰) محمد انسانی کے اس دینی جذبہ، بشارت نبویؐ پر اعتماد اور اس کا مصداق بننے کے شوق کا اندازہ، اس کے طرز عمل اور جذبات سے ہوتا ہے جو اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔

مورخ لکھتا ہے کہ

"فاتح اپنے خیمہ میں آیا فوج کے سپہ سالاروں اور لشکر کو جمع کیا اور ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر تختیہ کی فتح نے ہمارے ہاتھوں تکمیل پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی، آپ کے ایک سچے کا ظہور ہو گا، اور ہمارے حصہ میں یہ عزت و شرف آئے گا، ہمارے فرزندوں (اہل لشکر) کو فرداً فرداً یہ سنا دیجئے، اور تاکید کیجئے کہ شہریت غراء کی تعلیمات کو ہر شخص مد نظر رکھے، اور کوئی کارروائی اس کے خلاف نہ ہو، مگر جوں اور مہلات کاموں کے ساتھ کوئی اہانت آمیز سلوک نہ ہو، پادریوں، کمزوروں اور معذور لوگوں سے جو جنگ نہیں کر رہے ہیں، تعرض نہ کیا جائے۔"

میں نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے) جو عرصہ تک ملا میں ترک امیران جنگ کے ساتھ رہے تھے، اور ان سے بہت سی باتیں سنی تھیں، یہ سنا کہ تختیہ پر حملہ کرنے کے وقت اس کو خواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے تختیہ کی فتح کی بشارت دی، لوگوں نے جب سنا تو اس کو مہارک ہادی، اس نے کہا کہ نہیں، میرا دل تو اس وقت خوش ہو گا جب مجھ کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بشارت ملے گی، اگلے دن اس کو خواب میں زیارت ہوئی اور یہ مرثیہ اس نے آپ کی زبان مہارک سے سنا، اس وقت وہ مسرور و مطمئن ہوا۔

محمد فاتح جب تختیہ میں فاتحانہ داخل ہوا اور اس نے وہاں کے تاریخی اور مقدس مرکز طوپ قابو (Top Kapi) پر ترکی جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اترا آیا، زمین پر سر رکھ کر عبدہ شکرانہ لو اکیا، اور اپنے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کی تکمیل پر اللہ کی حمد و ثنا کی بعض مورخین نے نصاب لہ فاتح نے زمین پر

خلافت کے تمام حقوق و امتیازات بھی اسے تفویض کر دیئے، اور مقامات مقدسہ، و حرمین شریفین کی کنکیاں، نیز آثار نبویہ (تکوار، علم اور چادر) بطور منہر خلافت اس کے حوالہ کر دیئے۔ اس آئین سے سلاطین عثمانی "خلیفہ" کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوئے، اور خطبوں میں ان کا ذکر بحیثیت امیر المومنین کے ہونے لگا۔

ڈاکٹر عزیز صاحب مصنف "دولت عثمانیہ" لکھتے ہیں کہ

"اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت دنیائے اسلام کی خلافت کا حق بھی ترکوں کو پہنچا تھا۔ کوئی دوسری اسلامی سلطنت طاقت و وسعت میں دولت عثمانیہ کے برابر نہیں تھی۔ یہی سلطنت تمام دوسری سلطنتوں سے زیادہ شرع و ملت کی حفاظت کی طاقت رکھتی تھی اور تقریباً ڈیڑھ صدی سے جہاد کا فرض ادا کرتی آ رہی تھی، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب سلطان سلیم کی خلافت کا اعلان کیا گیا، تو دنیائے اسلام کے کسی گوشہ سے اس کی مخالفت نہیں ہوئی۔"

اس وقت سے مصر و شام، فلسطین، حجاز و یمن اور عراق سب خلافت عثمانیہ کے دائرہ میں داخل ہو گئے۔

اس چار سو پانچ سو برس میں ساری دنیا میں اس کی دھماک بٹھتی ہوئی تھی۔ سلطان عبد الحمید ثانی کے وقت تک کوئی مقامات مقدسہ پر نظر اٹھانے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ ترکوں نے قاز مقدس کی بھی خدمت اور تولیت کا فرض انجام دیا۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی موجودہ عمارت سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے، اور مسجد نبوی کی تعمیر و تزین سلطان عبد الحمید اول کا کارنامہ ہے جو ۱۲۶۵ھ - ۱۲۷۱ھ میں انجام پایا۔

حرمین شریفین کے ساتھ ترکوں نے مسجد القصبی اور بیت المقدس کی بھی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ میں نے الحاج سید امین الحسنی مفتی، اعظم فلسطین سے خود سنا ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک وفد سلطان عبد الحمید خاں سے ملا، اور اس نے کہا کہ اگر آپ قدس اور فلسطین میں ہمیں اپنا مرکز و وطن بنانے کی اجازت دے دیں تو ہم ترکی سلطنت کا سارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ سلطان عبد الحمید خاں نے زمین سے مٹی کی ایک چنگلی اٹھائی اور کہا کہ ہم فلسطین کی خاک میں سے اتنا بھی تم کو دینے کے لئے تیار نہیں،

نام زندہ ہے اور شاید کسی ترکی سلطان اور ترک شخصیت کا وہ احترام اور اس سے وہ محبت نہیں جو سلطان محمد فاتح سے ہے۔ میں نے جب بچوں کا نام

پوچھا تو اکثر "محمد فاتح" سننے میں آیا۔ میں آپ کو شہرہ دیتا ہوں کہ آپ اس نام کو زندہ رکھیں، اور اپنے بچوں کا نام تصحنا و تبرکاً محمد فاتح رکھا کریں، شاید کسی سعید بچہ اور نوجوان کے دل میں وہ جذبہ پھر انگڑائی لے اور فوجی و سیاسی حیثیت سے نہ کسی دینی و دعوتی اور فکری و اصلاحی راستہ سے پھر وہ اس ملک کا محمد فاتح ثابت ہو۔ ایک فرانسیسی مورخ جیہ Giyah

نے سلطان محمد فاتح کے دو سو سال بعد اس کی حکومت کی تاریخ پر کتاب لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ "دنیا کی تمام سیکی اقوام کو یہ تسنا اور دعا کرنی چاہئے کہ دوبارہ روئے زمین پر سلطان محمد فاتح جیسا حکمران اور فاتح نہ پیدا ہو۔" محمد الفاتح کتاب کے مصنف ڈاکٹر سالم الرشیدی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس کے مقابلہ میں ہر مسلمان کو یہ تسنا اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوبارہ سلطان محمد فاتح جیسا طاقتور اور عبقری شخص نصیب فرمائے۔"

محمد فاتح کی اس تاریخ ساز اور عمد آفریں کامیابی اور فتح کے بعد پھر وہ دور آیا کہ اس ملک نے پورے عالم اسلام کی تولیت کی ذمہ داری اٹھائی۔ آثار یوں کے حملہ ساتویں صدی ہجری، تیرہویں صدی عیسوی) سے عالم اسلام ہلکا ہوا تھا، اس وقت آبادی خود مسلمان ہو گئے۔ وسط ایشیا کی آبادی النسل قوم کی ایک شاخ نے ترکی میں اسلامی حکومت قائم کی۔ یورپ کے ایک بڑے رقبہ پر آلی عثمان نے قبضہ کر لیا، سلطان سلیم اول (۹۸۱ھ - ۹۹۶ھ - ۱۵۱۲ھ - ۱۵۲۰ھ) کے زمانہ میں مصر کی فتح کے بعد ترکوں کا حجاز پر بھی قبضہ ہو گیا، اور اس نے خدام الحرمین الشریفین کا لقب حاصل کیا۔ یہ شرف سلیم کے بعد اس کے جانشینوں کو چار سو برس تک حاصل رہا۔ حرمین شریفین کی خدمت کا شرف جب سلیم کو حاصل ہو گیا، تو آخری عباسی خلیفہ العتوکل نے جو قاہرہ میں مملوک سلاطین کے زیر سایہ ظاہری شان و شوکت کے ساتھ مگر حقیقتاً بغیر کسی اختیار و اقتدار کے زندگی بسر کر رہا تھا،

آنکھوں کے سامنے تھا۔ ملک کی زبان 'تہذیب اور ہلام' خرم الخط بھی بدل رہا تھا، مساجد تعمیر ہو رہی تھیں اور شعائر اسلام بلند، 'جزیرہ العرب' سے قریب ہوئے، اسلامی فتوحات کے سیلاب اور اس کی بے در پے کامیابیوں کے پیش نظر بظاہر اس کا کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ مصر اسلامی اقتدار کے دائرہ سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے اپنی ذہانت، دور بینی اور اس فراست کی بنا پر جو صحبت نبوی کی برکت سے ان کو حاصل ہوئی تھی، مسلمانوں اور عرب فاتحین سے کہا "انتم فی رباط دائم" تم دائمی طور پر سرحد و محاذ جنگ پر کھڑے ہوئے ہو، اور دائمی ناکہ بندی کی حالت میں ہو، اس لئے کہ ہر اعظم افریقہ کی ساری قوموں، غیر مسلم حکومتوں اور آبادی کی نگاہیں تمہارے اوپر ہیں، اور ان کے دل اس طرف لگے ہوئے ہیں کہ ملک کو پھر قدیم حالت میں لے آیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ملک و ملت کو اسلام سے وابستہ اور پیوستہ رکھنے کی ترکیب کیا ہے؟ اس کے لئے دعوت کے میدان کے تجربہ، قرآن کے تدبیر اور تاریخ کے وسیع و عمیق مطالعہ کی بنا پر تین باتیں عرض کرتا ہوں، ان کو غور سے سنئے۔

۱۔ ترکی کے مسلم عوام میں ایمان و عقیدہ کی طاقت کو طاقت پہنچائیے (جس کی چنگاریاں اس کے فاختر میں برہمچل وجود ہیں)۔ ان کے دینی شعور کو بیدار اور متحرک بنانے کی ضرورت ہے۔ ان مسلم عوام کی اسلام کے ساتھ وابستگی اور اس کے لئے گرم

جوشی ایک ایسی بلند اور مستحکم فضا میں اسلام کا آہنی حصار ہے جس کی بدولت ہمت سی مسلم (یاد دہی اسلام) قیادتوں اور حکومتوں کو کھل کر کفر کا راستہ اختیار کرنے اور اپنے ملکوں اور ماتحت مسلم قوموں کو کفر و اللہ کے آغوش میں ڈال دینے کی ہمت نہیں ہو سکتی، خدا خواستہ اگر کسی دن یہ حصار ٹوٹ گیا اور مسلم عوام کا رشتہ اور ان کی روحانی اور جذباتی وابستگی اسلام سے ختم ہو گئی، تو پھر ان ملکوں میں اسلام کے بقا اور تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں، اور ان ملکوں کو اسپین اور روسی ترکستان بنا دینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ یہ وہ خام مال (Raw Material) ہے، جس سے ہر مسلمان انسان معنویت تیار کی جا سکتی ہیں، اور مردم

پھر اپنے محافظہ افسر، عتاب آمیز نظروں کی اور کہا کہ اس کئے کو کس نے میرے پاس آنے کی اجازت دی؟ آپ یاد رکھیں کہ یورپ نے ترکی کو کبھی قبول نہیں کیا۔ یہ وہ نوالہ ہے جو اس سے نہ لگایا، نہ لگایا۔ پہلے اس نے ہتھان کی ریاستوں کو بغاوت اور اس سے جنگ پر آمادہ کیا، اور ترکی کے ہمت سے علاقے یورپ کے قبضہ میں چلے گئے۔ پھر جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) میں اتحادیوں نے ترکی کو اپنے ساتھ شامل نہیں ہونے دیا۔ وہ مجبوراً جرمنی کے ساتھ شامل ہوا۔ اتحادیوں نے اس کے حصے بخرے کر لینے اور اس کے بیرونی مقبوضات پر قبضہ کر لینے کا پورا منصوبہ بنایا، جس کے نتیجہ میں شام، فلسطین، لبنان، اردن (جو سب شام کا جزء تھے) اور عراق پر اس کا اقتدار قائم ہو گیا، لیکن ترکی کا مرکز براہ راست یورپ کے قبضہ میں بھی نہیں گیا۔

لیکن اب یورپ نے اپنا نقشہ جنگ بدل دیا ہے۔ اب اس نے حملہ اسلحہ جنگ اور فوجی طاقت کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ ذرائع ابلاغ (Public Media) کے ذریعہ نظام تعلیم، اور افکار و نظریات کے ذریعہ شروع کیا ہے۔

یورپ، ترکی کو مسلمان نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس نے زیر زمین سرگرم بجا رکھی ہے اور جو کام وہ اپنی فوجوں اور توپوں کے ذریعہ نہیں کر سکا، وہ اندرونی ذرائع سے کر رہا ہے۔ عصر حاضر کے مشہور فلسفی مورخ (Arnold Toynbe) نے لکھا ہے کہ "عربوں کے کتب خانہ اسکندریہ جلائے کی روایت تاریخی طور پر صحیح ہو یا بے بنیاد، اب کسی کو کتابی ذخیرہ کو جاننے یا کسی زبان و ثقافت کے مطالعے کی ضرورت نہیں، رسم الخط کا بدل دینا کافی ہے۔ اس طرح ملک و قوم کا رشتہ ماضی سے کلی طور پر منقطع کیا جا سکتا ہے۔" یورپ و امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کی کوشش ہے کہ ترکی کو دوسرا اسپین بنا دیا جائے، اس لئے ہمت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ فاتح مصر محمدی رسول سیدنا عمرو بن العاص کی اس حکیمانہ وصیت اور تلقین کو ہمیشہ ہر زمانہ اور ہر اسلامی ملک میں یاد رکھنے کی ضرورت ہے جو انہوں نے مصر کو کھلتا فتح کر لینے کے بعد ایسی حالت میں کی کہ مصر کے قدیم باشندے جو حق اسلام قبول کر رہے تھے، اور "یہ غلوں فی دین اللہ افواج" کا منظر

مسلمان کو مرنے اور اس کی خاک پاک میں جگہ پانے کی آرزو ہوتی ہے)۔ مجرور پلے کر کے تسخلفیہ جیسے دور دراز مقام پر تشریف لائے، اور اس کو اپنا آخری مرتد بنایا۔

۲۔ دوسرا کام یہ ہے کہ اپنی آنکھوں نسل کو مسلمان رکھنے کی کوشش کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی آنکھوں نسل صرف ترکی زبان جانے، صرف سرکاری اسکولوں میں اس نے تعلیم پائی ہو، دین کے بارے میں اس کی کچھ معلومات نہ ہوں۔ اگر آپ سب کے سب ولی اللہ اور تہجد گزار بن جائیں (اور خدا ایسا کر دے) لیکن اگر آپ نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم سے غفلت برتی تو خطرہ موجود ہے۔ آپ کے بعد مسجدوں کو کون آباد کرے گا، اسلامیت کا یہ تسلسل جو آپ کو من جانب اللہ اور حقانی داعیوں اور مبلغوں، علمائے رہائش، اور مجلس و سرفروش مجاہدین اور فاتحین کے ذریعہ حاصل ہوا، کیسے قائم رہے گا؟ آپ دیکھئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جو خود انبیاء کی تیسری پشت میں تھے، ان کے والد ماجد حضرت اسحاق پیغمبر، ان کے عم نادر حضرت اسماعیل پیغمبر، اور ان کے چچ بزرگوار حضرت ابراہیم (علیہ و علیہ نبینا السلام) علی مرتبت پیغمبر اور ابو الانبیاء تھے، ان کے گھر میں سوائے توحید خالص اور عبادت الہی کے اور کسی چیز کی فضا اور ہوا نہ تھی۔ شرک اور بت پرستی کا سایہ بھی اس گھر پر ایک صدی سے نہ پڑا ہوگا، لیکن بقول شاعر۔ ع عشق است و ہزار بدگمانی

انہوں نے اس کو کافی نہ سمجھا۔ اپنے فرزندوں، نواسوں اور پوتوں کو جمع کیا اور ان سے کہا "ما تعبدون من بعدی" (تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے) گویا زبان حال سے کہا، میرے پیارا! میری پینہ قبر سے نہ لگے گی، جب تک میں یہاں سے اطمینان لے کر نہ جاؤں کہ تم میرے بعد کس کی بندگی کرو گے؟ مجھے یقین ہے کہ ان کے ابن فرزندوں اور فرزندوں کے فرزندوں نے بھی کہا ہوگا کہ والد صاحب! دادا جان! نانا جان! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ آپ نے ہمیں تعلیم کیا دی؟ اور ہم نے ساری عمر کیا دیکھا اور کیا کیا؟ ہم آپ کے معبود، آپ کے چچا والد اسماعیل و اسحاق اور آپ کے دادا جان حضرت ابراہ

سازی اور آدم گری کا کام لیا جاسکتا ہے۔ صدمہ خامیوں اور قابل اصلاح پہلوؤں کے باوجود یہ وہ انسانی مجموعہ ہے، جس پر پیغمبرانہ توجہات اور اہل قلوب اور اہل غلوں کی گفتیں صرف ہوئی ہیں، اور وہ آج بھی اپنے خلوص قلب، اپنی محبت، مگر جوشی اور ایثار و قربانی کے جذبہ اور صلاحیت میں دوسری انسانی جماعتوں اور مذہبی قوموں سے فائق و ممتاز ہے۔

اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ ان عوام کی زندگی میں اسلام پورے طور پر کار فرما اور حکمراں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمُؤْمِنُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ دُونِ مَا يَدْعُونَ" اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا مرجع دشمن ہے۔" (سورہ البقرہ ۲۰۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں سونی صد مسلمان ہونا چاہئے۔ دس فیصدی اور بیس فیصدی اسلام پر عمل کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ یہ نسبت تعلیم میں، ملازمتوں میں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں چل سکتی ہے، عقائد پر منبوطی سے قائم رہتا، فرائض و عبادات کا پابند ہوتا، اور بعض اسلامی شعائر و علامتوں کا حامل ہونا کافی نہیں۔ ضروری ہے کہ معاشرت بھی اسلامی ہو، تمدن بھی اسلامی ہو۔ عائلی قانون (Personal Law) میں بھی شریعت کے احکام پر عمل ہو۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کئے جائیں، پھر اس کے ساتھ دین کی محبت کے ساتھ دین کی محبت بھی ہونی چاہئے۔

ایمان عوام کا بڑا محافظ اور فیصلہ ہے۔ یہ وہ قلعہ ہے جو آسمانی سے فتح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پہلا کام یہ ہے کہ پوری قوم کو پوری طرح سے مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے۔ اس کے لئے دعوت عام کا راستہ اختیار کیجئے، نفل و حرکت، خطاب و دعوت، اور سفروں کی معیت برداشت کیجئے، اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے سبق لیتے کہ انہوں نے (جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہونے، اور ہمہ وقت محبت اور عبادات جلیلہ کے ساتھ (جن کی اللہ نے ان کو توفیق دی) اعلاء کلمت اللہ اور دین کی اشاعت کے لئے بڑی عمر میں بھی باہر نکلتا ضروری سمجھا، اور مدینہ سے چل کر (جس میں ہر

سازی اور تعلیم Legislation کے منصب پر فائز ہو کر وہ جس چیز کو چاہتا ہے، اس کی اجازت دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے، اس کو ممنوع اور خلاف قانون قرار دے دیتا ہے۔ اس طرح پوری قوم اور اس کی معاشرت و تمدن، اس کی نسل کا مستقبل، میل تک کہ (اللہ محفوظ رکھے) دینی فرائض کی ادائیگی، شعائر اسلامی اور مدارس و مساجد اور اس کا عالمی قانون (Personal Law) اس کے رحم و کرم پر رہ جاتا ہے۔ یہ بہت سے آزاد مسلم ممالک کا تجربہ ہے جن کی اکثریت مسلمان ہے۔ بلکہ وہ ملک تقریباً کلیتاً

کے معبود کی پرستش کریں گے، جو اکیلا پرستش کے قابل ہے، اور ہم اس کے آگے سر جھکانے والے اور فرماں بردار ہوں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے اس نازک وقت میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جو عام طور پر بزرگ خاندان اپنے وارثوں سے سکرات کے ایسے نازک وقت میں کما کرتے ہیں، نہ احتمال و اتفاق کی بات، نہ کسی دین اور خزانہ کی خبر، نہ قرض و مطالبات کے بارے میں دہانت، نہ شرفانہ زندگی گزارنے کی تلقین، بس ایک بات "ما تعبدون من بعدی؟"

میرا دل تو اس وقت خوش ہو گا جب مجھ کو ایسے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ملے گی

پشتینی مسلمان ہے۔ اور کبھی وہ ممالک علم دین اور دعوت اسلامی کا عظیم ترین مرکز رہ چکے ہیں، اور اب بھی وہاں بڑی بڑی دینی جامعات قائم ہیں۔ ان کے نام لینے کی ضرورت نہیں آپ خود ان کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اس طبقہ کو ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کیجئے۔ علمی و فکری غذا کے ذریعہ موثر لپیٹ اور ان کی نفسیات اور علمی درجہ کے مطابق اسلام کی تعلیم اور اس کی ضرورت و عظمت کو ان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کیجئے، اور ان کے دلوں اور دماغوں کو ایمانی و شعوری طریقہ پر اسلام کی ادبیت، اس کی تعلیمات کی صداقت اور اس کے ہر زمانہ میں قیادت کی صلاحیت پر مطمئن کیجئے۔ یاد رکھئے یہ زمانہ نظریات و افکار اور بین الاقوامی تعلقات کا زمانہ ہے۔ اس لئے علمی و فکری سطح پر کام کرنے اور جدید طبقہ کو (جو برسر قیادت ہونے کو ہے) اس بات پر مطمئن اور اس کا قائل کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا کا نجات دہندہ اور اسلام ہی صحیح زندگی گزارنے کا واحد راستہ ہے۔ ورنہ یہ دنیا خدا فراموشی کے راست پر چل کر خود فراموشی اور بالآخر خود کشی کی منزل کی طرف جا رہی ہے۔ ○○

یہ شعر بہ ہفت روزہ "نداء" لاہور

۸۔ مئی ۱۹۹۰ء

انہیں صرف ایک بات کی فکر تھی کہ ان کے بعد ان کی اولاد ایمان اور دین صحیح پر قائم رہے، اور خدا کے واحد کی بندگی کرے، اور انہیں اس وقت تک اطمینان نہیں ہوا، جب تک کہ انہوں نے اپنی اولاد سے اس پر قائم رہنے کا اقرار نہیں کر لیا۔ ہر ملک کی موجودہ مسلمان نسل کے لئے یہی اسوہ نبوی، سنت انبیاء اور دین و ایمان کا قاض ہے۔

۳۔ تیسری بات جو مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا دین پر عمل کرنا مبارک، یہ نقل و حرکت، دعوت و تبلیغ مبارک، دینی مدارس میں فقہ و حدیث، اور عربی کی تعلیم پانا، اور قرآن مجید کا حفظ و تجوید مبارک، اور اپنے بچوں کے دین و ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بھی مبارک، لیکن ایک بات اور ہے جو کچھ کم اہم نہیں۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو طبقہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہا ہے، (اور وہی تعداد میں زیادہ اور اثر و رسوخ میں بڑھا ہوا ہے) اور جو نوجوان یورپ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آ رہے ہیں، یہی طبقہ ہر ملک میں ملک پر حاوی اور با اثر ہوتا ہے، وہی قیادت کرتا ہے، وہی پاننگ (منسوبہ بندی) کرتا ہے، وہی ملک کا رخ نشین کرتا ہے، اسی کا طرز زندگی ملک کا عوامی فیشن بنتا ہے، ملک کا نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ اسی کے قبضہ میں ہوتے ہیں، وہی خوب کو نا خوب اور "نا خوب" کو خوب بنا دیتا ہے، اور آخر میں ملک کے نفس و فطرت پر حاوی ہوتا ہے۔